کہ اکثریت کے مذہب کی تعلیم کا عنصر غالب رہے گا اور پھر اسلام کی تھوڑی سی بہت جو کچھ بھی تعلیم ہوگی غضب یہ ہے کہ وہ بھی صحیح شکل و صورت میں نہیں ہوگی۔ یہ مسئلہ بڑا اہم ہے۔ حکومت کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔

افسوس ہے کہ پچھلے دنوں دیوان سید عنایت حسین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم اجمیر میں درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ اس نسبت سے اگرچہ وہ صوفی تھے اور جمعیۃ الصوفیاء ہند کے صدر بھی تھے لیکن آجکل کے عام سجادہ نشینوں کے برخلاف شریعت کے احکام و آداب اور اتباع سنت کا حتی الوسع بڑا لحاظ اور خیال رکھتے تھے خود بھی بڑے اچھے عالم تھے اور علماء کا احترام کرتے اور ان سے تعلقات رکھتے تھے۔ درگاہ مذکور کا سجادہ نشین ایک چھوٹی موٹی ریاست کا مطلق العنان والی ہوتا ہے لیکن دیوان صاحب مرحوم فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کے قومی و ملی معاملات سے بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اخلاقی اعتبار سے بڑے خوش مزاج، شگفتہ طبع، متواضع اور بڑے خلیق تھے ان کا دروازہ ہر حاجتمند کے لئے کھلا رہتا تھا۔ گفتگو بھی بڑی شیریں اور موثر ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور مدارج و مراتب بلند فرمائے۔ آمین۔

افسوس ہے پچھلے دنوں اردو زبان و ادب کی دو بڑی شخصیتیں بھی ہم سے جدا ہو گئیں۔ ایک چودھری محمد علی ردولوی اور دوسرے عبدالمجید سالک۔ چودھری صاحب اردو کے نامور ادیب، پختہ قلم اور کہنہ مشق انشا پرداز تھے۔ ایک زمانہ میں ان کی تحریریں بڑی دلچسپی اور شوق سے پڑھی جاتی تھیں۔ زباندانی کے ساتھ ان کی تحریر کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ رکیک سے رکیک بات یا خیال کو اس انداز سے لکھتے تھے کہ ذوقِ سلیم کو گھناونی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ "اتالیق بی بی" "کشکول فقیر محمد علی شاہ" ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد افسانے اور دو چار اور کتابیں بھی ان کی یادگار ہیں۔ طبعاً بڑے ہنسوڑ، زندہ دل اور شگفتہ انسان تھے۔ تعلقہ دار ہونے کی وجہ سے زندگی بڑے عیش و آرام میں گذاری آخر عمر میں خوف خدا کا ان پر بڑا غلبہ ہو گیا تھا نماز تو خیر پابندی سے پڑھنے ہی لگے تھے اور حج بھی کر آئے تھے۔ مگر آخرت کے ڈر سے سہمے رہتے تھے اگرچہ خاندانی طور پر شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے لیکن تعصب ان میں نام کو بھی نہ تھا۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد انھیں کے طریقہ پر پڑھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں "میرا مذہب" کے نام سے انھوں نے ایک کتاب بھی لکھی تھی خاتمہ بھی ایسا ہی اچھا ہوا۔ ہر جمعرات کو روز پنجشنبہ درود شریف پڑھتے اور اللہ کے نام کا ورد کرتے کرتے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

پنجاب نے اردو زبان و ادب کی جو نامور شخصیتیں پیدا کی ہیں، عبد المجید سالک مرحوم کا نام ان حضرات کی صفِ اول میں تھا۔ انہوں نے منشی فاضل کر کے بی۔ اے کیا تھا لیکن ذاتی مطالعہ، ذہانت اور خوش ذوقی کے باعث فطری ذوق کی بنا پر ادبی دنیا میں اس قدر شہرت حاصل کی کہ ایک زمانہ میں زمیندار اخبار میں ان کے فکاہات اور انقلاب میں ان کے افکار و حوادث پنجاب میں گھر گھر بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے اور اخبار کھولتے ہی لوگ سب سے پہلے یہی چیزیں پڑھتے تھے۔ غلام رسول مہر کی طرح مرحوم بھی مولانا ظفر علی خاں کے خاص تربیت یافتہ تھے۔ اردو زبان کے محاورات و امثال پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ اور اس وصفِ خاص میں استاد سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ انہوں نے مہر صاحب کے رفیق کی حیثیت سے اردو صحافت کا ایک ایسا معیار قائم کیا کہ آج بہت سے اخبارات انہیں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ اردو زبان کے بلند پایہ ادیب، اور صحافی ہونے کے علاوہ بے تکلف اور فی البدیہہ شعر بھی کہتے تھے اور یہ غالباً مولانا ظفر علی خاں کی صحبت ہی کا فیض تھا۔ اب ادھر چند برسوں سے سنجیدہ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان کی دو کتابیں ذکرِ اقبال اور ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ ثقافت، جس پر برہان میں تبصرہ بھی ہو چکا ہے، بڑی اچھی کتابیں ہیں۔ طبعاً مرحوم بھی بڑے خندہ جبیں، خندہ رو اور فرخندہ شمائل انسان تھے۔ مزاج میں اعتدال پسندی اور میانہ روی تھی۔ یہاں تک کہ سیاسیات میں بھی ان کا مسلک معتدل ہی رہا۔ وہ اردو کے ان چند خوش نصیب اخبار نویسوں میں تھے جنہوں نے محض اپنے قلم سے شہرت بھی خوب حاصل کی اور دولت بھی کافی کمائی۔ حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب الکشمیریؒ سے بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور اسی تعلق سے راقم الحروف کے ساتھ ہمیشہ بڑے خلوص اور محبت سے پیش آتے تھے۔ تقسیم کے بعد سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن ان کے نامہ و پیام برابر آتے رہتے تھے۔ صحت اور تن و توش کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے پنجابی تھے۔ انتقال ۶۶ برس کی عمر میں اچانک حرکتِ قلب کے بند ہو جانے سے ہوا۔ ان کی وفات بے شبہ اردو زبان و ادب کا ایک سانحہ عظیم ہے۔ حق تعالیٰ مغفرت و بخشش کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔